

حضرت مولانا محمد ابراہیم فانی

مکتوب بنام حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ

حضرت فانی صاحب کا سفر حج

صاحب العز والمجد والکرم استاذ العلماء واستاذی المحترم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب

معتنا اللہ تعالیٰ بطول حیاتک وبجوار علومک - مہتمم جامعہ دارالعلوم خٹانیہ اکوڑہ خٹک نوشہرہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! مزاج گرامی قدر۔

عرض یہ ہے کہ بندہ پر تقصیر اس کیف اور فرحت افزا لمحے کو نہیں بھول سکتا جب اللہ کریم جل جلالہ کے خصوصی فضل و کرم و احسان و عنایت بے غایت اور آں محترم کی مشفقانہ توجہ اور اصاغر پروری سے حج و زیارت بیت اللہ اور روضہ رسول ﷺ و مہبط انوار ربانیہ مرکز تجلیات بلد امین مدینہ النبیؐ منورہ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔

آرزوئیں مضطرب اور حسرتیں بیتاب:

مدتوں سے دل میں ارمان مچلتے رہے، آرزوئیں کروٹیں بدلتی رہیں، حسرتیں مضطرب اور بیتاب تھیں کہ وہ باسعادت لمحہ کب آئیگا کہ غیب سے صدائے دلنواز آجائے کہ سنو! حج اور روضہ رسولؐ کی زیارت کے لئے رخت سفر باندھو کیونکہ بظاہر تو ہم بے بضاعت فقیروں کے پاس وسائل اور مادی اسباب دستیاب نہیں کہ اس کے سہارے اس متاع گرانیماہ کے حصول کیلئے تگ و تاز اور جدوجہد کریں۔ بحمد اللہ وہ بہار آفریں ساعت آن پہنچی جس میں اس گدائے بے نوا کو حرمین شریفین کے سفر کیلئے رخت سفر باندھنے کی بشارت عظمیٰ دی گئی۔ اللہ اللہ! اپنی سماعت پر یقین نہیں آ رہا تھا۔

ع یکدمی ینم بہ بیداری ست یارب یا خواب

کیفیت جذب دروں اور وارفتگی دل:

دل پر سرشاری دیوانگی اور وارفتگی کی کیفیت طاری ہوئی، حیرت و استعجاب کے عالم میں آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں، بے وقاری کی وہ کیفیت جذب دروں کا وہ سماں کب بھلانے کے قابل ہے۔ اشکوں کا ایک سیلاب اٹھ گیا۔ کیا بتاؤں، زباں کو یارائے سخن نہیں کہ ان کیفیات و وجدانیات پر نطق کرے، الفاظ ان احساسات کے اظہار کا ساتھ دینے سے قاصر ہے۔ شکستہ قلم میں وہ قوت نہیں کہ وہ ان باطنی جذبات کو جیڑے تحریر میں لائے۔ ان سطور کے لکھتے وقت وہ تمام مناظر آنکھوں کے سامنے ہیں۔ ع آنکھوں کے سامنے ہے وہ جذبات کا عالم

پس منظر کچھ یوں ہے کہ ۴ مئی ۱۹۹۴ء کو برادر محترم صاحبزادہ حافظ راشد الحق سمیع صاحب مدیر ماہنامہ ”الحق“ نے بندہ سے کہا کہ ہمارے دوست عمران کے چچا کا انتقال ہوا ہے اور مدینہ میں عصر کے وقت انکی نماز جنازہ ادا کی جائیگی تو

آپ میرے ساتھ جنازہ میں شرکت کیلئے جائینگے چنانچہ ہم وقت مقررہ پر پہنچے۔
صدائے مسرت بزبان مولانا حامد الحق:

جب جنازہ سے فارغ ہوئے اور واپس مدرسہ آئے تو ابھی بندہ گھر میں داخل ہوا ہی تھا کہ کسی نے زور زور سے دروازہ کھٹکھٹانا شروع کیا۔ میرے ساتھ بھی فکر دامن گیر ہوئی کہ یہ کون ہے؟ اور اتنے زور زور سے مسلسل دروازے پر دستک دے رہا ہے۔ جب باہر نکلا تو دیکھا کہ برادر محترم صاحبزادہ مولانا حامد الحق حقانی صاحب کھڑے تھے وہ عجیب کیفیت میں تھے۔ مجھے کہا کہ فانی صاحب آپ کہاں گئے تھے؟ میں آپ کو تلاش کر رہا ہوں۔ میں نے عرض کیا کہ میں برادر مرشد الحق صاحب کے ساتھ مردان گیا تھا۔ پھر میں نے عرض کیا کہ خیر تو ہے آپ تو بہت بے چین ہیں۔ انہوں نے کہا کہ آپ کیلئے بہت بڑی خوشخبری لیکر آیا ہوں۔ میں نے بیتابی سے پوچھا کہ کیا خوشخبری ہے جلدی سنائیں۔ چنانچہ انہوں نے کہا کہ آپ کے حج بیت اللہ کا انتظام ہو گیا۔ اتنے میں برادر مرشد الحق دوڑے دوڑے آئے اور کہا کہ فانی صاحب مبارک ہو، آپ کا حج کا پروگرام بن گیا۔ میں ہکا بکا رہ گیا اور ان کو کہا کہ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ میرے ساتھ مذاق کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ نہیں! واللہ بس کل پرسوں آپ کی روانگی ہے۔ پہلے تو یقین نہیں آ رہا تھا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ میں حواس باختہ تھا اور حیرت سے ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔ چونکہ دس بارہ دن پہلے بندہ کی گھر والی اپنے والد میرے سر مولانا عبدالحی صاحب کے ساتھ حج بیت اللہ تشریف لے گئی اور میں اپنے ساتھ اپنی والدہ محترمہ یہاں مدرسہ لایا تھا میں نے ان کو کہا کہ میرے ساتھ وہاں کوئی نہیں، بچے چھوٹے تھے تو ان کو گاؤں ہی میں اپنی نانی کے پاس چھوڑ آیا تھا اور والدہ صاحبہ چونکہ بیمار رہتیں میں نے مناسب یہ سمجھا کہ ان کو اکوڑہ لے چلوں اگر بیماری کی شکایت بڑھ جائے تو پھر اسکو وہاں سے پشاور ڈاکٹر کے پاس لے جانا زیادہ آسان ہوگا تو برادر مرشد الحق صاحب نے بتایا کہ آج اباجی محترم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کا اسلام آباد سے فون مجھے آیا اور فرمایا کہ مجھے حکومت کی طرف سے نو افراد کوچ پر لے جانے کی آفر ہوئی ہے تو آپ ان افراد کا تعین کر لیں تو انہوں نے کہا کہ باقی آپ کی مرضی لیکن فانی صاحب کا نام ان افراد میں ضرور آجائے اس لئے کہ ان کی اہلیہ اپنے والد کے ساتھ حج پر گئی ہے اور وہ بے چارہ یہاں پر افسوس کر رہا ہے کہ کاش میرے پاس وسائل ہوتے تو ہم اکٹھے حج پر چلے جاتے تو اباجی نے آپ کا نام دیا ہے اور اب آپ اپنی تصویریں وغیرہ بنوالیں۔ مجھ پر سراپسنگی طاری ہوگئی۔ تصاویر کے ٹیکٹ بندہ کے پاس تھے لیکن تلاش بسیار کے باوجود نہ ملے چنانچہ برادر مرشد الحق صاحب نے بندہ کو اپنی کار میں بٹھایا اور نو ٹو ٹو گرافر کے پاس ارجنٹ فوٹوز اتروانے کیلئے لے گئے۔ انہوں نے کہا کہ رات دس بجے بجلی چلی جاتی ہے اب دیکھیں گے آپ کی قسمت۔ ہم نے کہا جب اللہ نے اتنا کرم کیا ہے تو یہ بھی ہو جائیگا چنانچہ بروقت تصویریں مل گئیں اور اسی رات بچلے۔

الحق صاحب سے ملاقات ہوگئی تشکر و امتنان کے جذبات کے ساتھ ان کے ساتھ ملاقات ہوئی۔ وہ دن ہم نے اسلام آباد میں گزارا۔ مغرب کی اذان کے وقت ناظم ”الحق“ جناب شفیق الدین فاروقی نے یہ مژدہ جانفزا سنایا کہ آپ کا نام کمپیوٹر میں ثبت ہو گیا ہے، مبارک ہو۔ رات گیارہ بجے گھر پہنچا۔

والدہ محترمہ کی دعائیں:

بندہ نے ان تمام واقعات سے والدہ صاحبہ کو بے خبر رکھا تھا۔ دل میں سوچا تھا کہ میں انہیں پہلے سے بتا دوں اور بعد میں کوئی رکاوٹ پیدا ہو جائے تو انسان شرمندگی محسوس کرتا ہے۔ والدہ محترمہ نے بندہ سے پوچھا کہ کل سے آپ بے چین اور بے قرار ہیں کیا وجہ ہے تو بندہ نے عرض کیا کہ پہلے آپ کو مبارکباد دیتا ہوں انہوں نے کمال شفقت سے پوچھا کہ بچے کس چیز کی مبارکباد؟ بندہ نے کہا کہ حج بیت اللہ کیلئے جا رہا ہوں انہوں نے حیرت و استعجاب کے عالم میں پوچھا وہ کیسے؟ آپ نے داخلہ نہیں کیا۔ آنے جانے کیلئے رقم بھی نہیں اور اب تو تمام لوگ جو کہ حج کا ارادہ رکھتے تھے وہ گئے اور ایام حج بھی شروع ہو نیوالے ہیں تو تم کیسے جاؤ گے؟ بندہ نے عرض کیا جب اللہ تعالیٰ غیب سے انتظام فرمائے تو اس میں بندہ کیا کر سکتا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ بچے صاف صاف بتاؤ یہ کیا معاملہ ہے؟ میں نے ان کو ماجرا سنایا۔ وہ انتہائی خوش ہو گئی اور مجھے مبارکباد دینے لگی۔ اللہ کے حضور سجدہ ریز ہوئیں اور حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کیلئے دل کی گہرائیوں سے دعائیں دینے لگیں اور ساتھ ساتھ ان کے صاحبزادگان محترم مولانا حامد الحق حقانی اور حافظ راشد الحق حقانی کیلئے خصوصی دعاؤں کا اہتمام فرمایا اور جب کبھی میرے حج بیت اللہ کا تذکرہ چھڑ جاتا تو والدہ صاحبہ فرماتی کہ میں نے ان کو اس عظیم احسان پر اپنی دعاؤں میں نہیں بھلایا۔ پھر میں اپنی والدہ صاحبہ کو زروبی ضلع صوابی چلا آیا دوسرے دن بندہ اسلام آباد مدینہ الحجاج گیا۔

احساسات کا طوفان بلاخیز:

اس دوران جذبات و احساسات کا ایک طوفان بلاخیز سینے اور قلب و دماغ میں موجزن رہا آنسو تھمنے کا نام نہیں لیتے، حضرت مولانا نے بندہ سے فرمایا کہ جذبات دل اور واردات قلبی کی انگلیت کیلئے مولانا مناظر احسن گیلانی کی فلاں کتاب (نام بھول گیا ہوں) کا مطالعہ کریں۔ بندہ نے عرض کیا، بندہ تو بالکل مغلوب الحال ہو رہا ہے اور اب مجھ مزید برداشت کرنے کی طاقت نہیں بار بار اپنی بے بضاعتی کم ہمتی تو شہ عمل سے تہی دامنی اور گناہوں کے احساس کے بوجھ تلے محو تیر ہو جاتا کہ ایک سراپا تقصیر پر یہ لطف و کرم اور یہ فضل و احسان اے شان کریمی تری کیا بات ہے اور اپنے استاذ ذی وقار کی یہ عنایت خسروانہ، سبحان اللہ تقدیر کے کیا فیصلے ہوتے ہیں بندہ تو اپنے آپ کو بالکل اس شعر کا مصداق سمجھتا ہے ۔
 مورسکیں ہو سے کہ بکعبہ رسید دست برپائے کبوتر زدونا گاہ رسید
 کس منہ سے جاؤں گا؟

فلائٹ کا وقت جوں جوں قریب آ رہا ہے کہ اس سال حج کی عمر تک پہنچ گیا ہے۔ پاکستانی وقت کے مطابق

ایسے نیک خلاق کو اپنے پاک در کی زیارت کے قابل سمجھا تیری رحمت بے پایاں کا کیا ٹھکانہ

جسے چاہا در پہ بلا لیا جسے چاہا اپنا بنالیا یہ بڑے کرم کے ہیں فیصلے یہ بڑے نصیب کی بات ہے

مری کوتاہی کہ تیری یاد سے غافل رہا پر نہیں تو نے بھلایا میں تو اس قابل نہ تھا

جدہ سے مدینہ روانگی:

اذا ان سحر سے کچھ آدھ گھنٹہ پہلے ہم جدہ پہنچ گئے وہاں پر فجر کی نماز پڑھی تین چار گھنٹے ہم جدہ ایئر پورٹ پر موجود رہے اور وہاں پر گوگو کی کیفیت طاری رہی کیونکہ حکام کبھی کہتے کہ یہاں سے آپ لوگ مکہ جائیں گے احرام باندھ لیں لیکن اس صورت میں ہم تمام ساتھیوں پر دم واجب ہوتا اس لئے کہ یہاں پاکستان میں حکام نے ہماری ترتیب بتائی تھی کہ پہلے مدینہ منورہ جانا ہے اور پھر وہاں سے مکہ مکرمہ حج کیلئے آنا ہوگا۔ اس لئے ہم نے یہاں سے احرام نہیں باندھا اب اگر ہم جدہ سے مکہ مکرمہ جاتے تو میقات سے بغیر احرام کے تجاوز سے ہم پر دم لازم آتا ہم وہاں پر موجود تھے کہ اسلام آباد سے ایک اور جہاز آپہنچا پھر کہیں عصر کی وقت ہمیں مدینہ منورہ لیجانے کیلئے بسیں آگئیں ہم اس میں سوار ہوئے اور یہاں سے مدینہ منورہ کی طرف سفر شوق شروع ہوا

مدینے کا سفر ہے اور میں نمیدیدہ نمیدیدہ
جبیں افسردہ افسردہ قدم لغزیدہ لغزیدہ

چلا ہوں ایک مجرم کی طرح میں جانبِ طیبہ نظرِ شرمندہ بدن لرزیدہ لرزیدہ

دیدار مدینه منوره:

بس وسیع و عریض اور صاف و شفاف شاہراہ پر تیزی کیساتھ سوئے منزل روانہ تھا۔ جذبات و کیفیات دل کا جو حال تھا، وہ اللہ ہی بخوبی جانتا ہے یہ مدینہ النبی ہے یہ محبوب خدا سید الاولین و آخرین کا محبوب شہر جس کے بارے میں فرمایا اللہم حبیب الینا المَدینہ جوں جوں منزل قریب ہوتی گئی آتش شوق بڑھتا گیا

وعدہ وصل چوں قریب شود آتش عشق تیز تر گردد

گنبد خضرا کا دیدار:

تھی وہاں پر روشنی نظر آتی تا آنکہ ابھی ہم مدینہ منورہ سے چند کلومیٹر کے فاصلے پر تھے کہ گنبد خضریٰ نظر آیا گنبد پر نظر پڑتے ہی آنکھوں سے اشکوں کے فوارے پھوٹ پڑے گاڑی رواں تھی کچھ فاصلہ پر یہ حسین منظر آنکھوں سے اوجھل ہو جاتا پھر وہ سبز نظارے نظر آنے شروع ہو جاتے۔

۔ جب مسجد نبوی کے مینار نظر آئے اللہ کی رحمت کے آثار نظر آئے

رات کے تین بجے تقریباً ہم مدینہ منورہ پہنچے سبحان اللہ وہ پر نور فضائیں وہ پر کیف ہوائیں وہ وجد آفریں ماحول وہ بہار آگئیں منظر ہر طرف نور ہی نور ہر جانب روح پر و اسکوت جذب دل نے آج کوئے یار میں پہنچا دیا جیتے جی میں گلشن جنت میں داخل ہو گیا اور ہم جو حسرت و یاس کی تصویر بنے بیٹھے تھے اور دل میں مدینہ منورہ کی زیارت و تمنا لئے شب و روز فراق یار میں گزار رہے تھے آج اللہ نے ہماری تمنائیں ہماری آرزوئیں ہمارے ارماں ہماری حسرتیں پوری فرمائیں، زہے نصیب زہے قسمت آج ہمارا طالع قسمت اوج برج کمال پر تھا یہ مواقع کب ہر کسی کو نصیب ہوتے ہیں جو گلی کو پچے جبرائیل امین کی رہگزر رہیں جہاں پر اللہ کی نورانی مخلوق ادب و احترام سے محو خرام ہوئی آج ان گلیوں میں مجھ جیسا گنہگار اور نالائق و رویا بہ بھی چل پھر رہا ہے۔ ایک مسلمان کیلئے اس سے بڑی اور کیا سعادت ہو سکتی ہے۔

۔ فانی وہ خرابہ ہے اسے دل نہیں کہتے جس دل میں نہ رقصاں ہو تمنائے مدینہ ہم نے اپنا سامان مدینہ منورہ کے ایک ہوٹل میں رکھا اور سیدھا مسجد نبوی کی طرف چل پڑے۔ گنبد خضریٰ کا نظارہ کیا بار بار اس کی طرف نگاہیں اٹھتیں۔

مسجد نبویؐ کی اذان:

مسجد نبوی میں نماز ادا کی کچھ دیر آرام کیا اور پھر فجر کی اذان کے شروع ہوئی مسجد نبویؐ سے فجر کی اذان کی آواز جس لحن اور جازای لے کے ساتھ وہ آواز ساعتوں سے لکرا رہی تھی اس حلاوت کا کیا کہنے۔ اسی مسجد نبویؐ میں حضرت بلال حبشیؓ سرکارِ دو عالم ﷺ کے سامنے آذان دیا کرتے تھے آج اس کا وارث اسی محترم و معظم مقام پر کھڑا مسلمانوں کو دعوت نماز دے رہا تھا۔ نماز سے فارغ ہوئے تو روضہ اطہر پر سید الکونین و الثقلین کو سلام کرنے کی عرض کرنے کی غرض سے روانہ ہوئے۔ انتہائی احتیاط کے ساتھ ادب و احترام کے ساتھ کیونکہ یہ وہ مقدس ترین مقام ہے کہ جہاں سید الکونین رہتے ہیں تمام روئے زمین پر بلکہ تمام کائنات میں اس سے افضل کوئی بقعہ ارض یا قطعہ زمین نہیں جیسا کہ امام ترمذیؒ نے باب باندھا ہے اقی البقاع افضل اس کے ضمن میں حضرت بنوریؒ فرماتے ہیں والحق انه افضل من العرش والكرسى واللوح والقلم الخ

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر

نفس گم کہ در آئینہ حیدر آئینہ محمد ﷺ جا